# انوار السراج

## (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار)


| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱ | حاصل وعظ | ۷ |
| ۲ | بے صبری کے مواقع | ۸ |
| ۳ | بے صبری کی وجہ | ۸ |
| ۴ | مالداروں کا حال | ۸ |
| ۵ | اہل اللہ کا حال | ۹ |
| ۶ | مال کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل | ۹ |
| ۷ | حضرت شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی صاحبزادی کا قصہ | ۱۰ |
| ۸ | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان | ۱۲ |
| ۹ | قربِ قیامت میں مال سے بے رغبتی کی وجہ | ۱۳ |
| ۱۰ | مال کی مرغوبیت حقیقیہ نہیں | ۱۴ |
| ۱۱ | اللہ کے نزدیک مال کی بے قدری | ۱۴ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۲ | ایک گرو اور چیلہ کی حکایت | ۱۵ |
| ۱۳ | آدمی بوجہ حرص مال جمع کرتا ہے | ۱۶ |
| ۱۴ | جو چیزیں خدا تعالیٰ نے بلا اکتساب عطا فرمائی ہیں اُن میں کوئی زائد نہیں | ۱۷ |
| ۱۵ | مکرراتِ قرآن پر شبہ کا الزامی جواب | ۱۷ |
| ۱۶ | فساد مذاق کا نقصان | ۱۸ |
| ۱۷ | مرچوں پر لطیفہ | ۱۹ |
| ۱۸ | ایک بخیل کی حکایت | ۱۹ |
| ۱۹ | اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کا حال | ۲۱ |
| ۲۰ | بعض بزرگوں کا حال | ۲۱ |
| ۲۱ | شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کی مال سے لاتعلقی | ۲۲ |
| ۲۲ | شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا حال | ۲۲ |
| ۲۳ | حرص کا علاج | ۲۳ |
| ۲۴ | اشکال | ۲۴ |
| ۲۵ | مجاہدے سے درستی اخلاق | ۲۴ |
| ۲۶ | قرآن پاک میں انسانی مرغوبات کی فہرست | ۲۶ |
| ۲۷ | محبت میں غلو | ۲۷ |

| | | |
|---|---|---|
| ۲۸ | محبّین دنیا کی مثال | ۲۸ |
| ۲۹ | کسب دنیا منع نہیں حُبِّ دنیا منع ہے | ۲۹ |
| ۳۰ | طلبِ خیر کا حکم | ۳۰ |
| ۳۱ | خدا تعالیٰ کی تعلیم میں شفقت وحکمت | ۳۰ |
| ۳۲ | دنیا کی مثال | ۳۱ |
| ۳۳ | تمام پریشانیوں کی جڑ اور اسکا علاج | ۳۲ |
| ۳۴ | بے صبری کے ظہور کا موقع | ۳۲ |
| ۳۵ | زوالِ محبوب دراصل تکلیف دہ ہے | ۳۲ |
| ۳۶ | شدتِ غم کی وجہ | ۳۳ |
| ۳۷ | انضمام کی تفسیر | ۳۴ |
| ۳۸ | سالکین کی غلط فہمی اور اُسکا علاج | ۳۴ |
| ۳۹ | غم میں قدرتی حکمت | ۳۵ |
| ۴۰ | تمدّن کی اہمیت | ۳۵ |
| ۴۱ | حدودِ غم | ۳۶ |
| ۴۲ | غم میں تسلی کا طریقہ | ۳۶ |
| ۴۳ | اللہ تعالیٰ کی تعلیم میں اصلاحِ معاد ومعاش | ۳۷ |
| ۴۴ | تلقین صبر کا خوبصورت انداز | ۳۹ |

| | | |
|---|---|---|
| ۴۵ | مرنے کے بعد اعزہ مرحومین سے ملاقات | ۴۰ |
| ۴۶ | حقیقتِ قبر | ۴۰ |
| ۴۷ | حقیقتِ موت | ۴۱ |
| ۴۸ | حقیقتِ دنیا | ۴۲ |
| ۴۹ | نزع کے وقت انسان کی کیفیت | ۴۲ |
| ۵۰ | موت کے وقت اہل اللہ کا حال | ۴۳ |
| ۵۱ | غم کا علاج | ۴۳ |
| ۵۲ | صبر کی فضیلت | ۴۴ |
| ۵۳ | فائدہ | ۴۵ |

وعظ

# انوار السراج

## (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار)

تھانہ بھون کے رہنے والے ایک صاحب جو بھوپال میں ملازم تھے ان کا وہاں انتقال ہوگیا ان کے بیٹے کی فرمائش پر ان کے گھر تھانہ بھون میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے ایک گھنٹہ تک یہ وعظ ارشاد فرمایا جس میں صبر کی تلقین فرمائی اور اس بات کو ثابت کیا کہ مرنے کے بعد آدمی راحت و آرام سے ہوتا ہے' اپنے مرحوم اعزہ سے ملتا ہے' موت تو اللہ سے ملنے کا ذریعہ ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ((تحفة المؤمن)) فرمایا۔

حکیم محمد یوسف صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس وعظ کو قلم بند فرمایا۔

خلیل احمد تھانوی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# خطبۂ ماثورہ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ ونستغفرہٗ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریك لہ ونشھد انّ سیدنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ وازواجہ و بارك وسلم **اما بعد:**

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

﴿مَاعِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَاللّٰهِ بَاقٍ ط وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾(۱)

## حاصل وعظ

اس وقت کا مضمون ایک خاص واقعہ کے متعلق تجویز ہوا ہے گو مضمون آیت کا تو عام ہے لیکن اُس مضمون عام میں سے اس واقعہ حاضرہ کے مناسب اجزا مذکور (۲) ہونگے۔ اور سب سے اول ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر عام مضمون بیان ہوگا جو دوسرے مواقع پر بھی کارآمد ہوسکتا ہے کیونکہ جیسا واقعہ یہاں ہوا ہے کبھی دوسروں کو بھی ایسا پیش آتا ہے اور انسان کو ہر وقت اور ہر موقع میں اصلاح کی ضرورت ہے اس لئے یہ مضمون ہر جگہ کلی طور پر کارآمد ہوسکتا ہے یہ حاصل ہے اس وقت کے بیان کا۔

---

(۱) ''اور جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہوجاویگا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دائم رہے گا اور جو لوگ ثابت قدم ہیں ہم ان کے اچھے کاموں کے عوض میں اُن کا اجر اُن کو ضرور دیں گے'' سورۂ نحل:۹۶ (۲) جو واقعہ اس وقت پیش آیا ہے اس کے مناسب بات ذکر کی جائیگی۔

## بے صبری کے مواقع

اب سنیئے کہ انسان میں ایک مادہ بے صبری کا ہے اور دو جگہ اُس کا ظہور ہوتا ہے ایک تو اُس جگہ کہ جہاں انسان کی کوئی مرغوب شئے ہو(۱) اور وہ اس کو حاصل نہ ہوئی ہو جیسے مال مرغوب ہے اور وہ اُس کو ملے ہے نہیں۔ دوسرے اُس جگہ کہ مرغوب شئے حاصل تھی اور وہ اُس سے فوت ہوگئی جیسے اس کے پاس مال و دولت ساز و سامان سب کچھ تھا مگر اس سے جاتا رہا۔ یہی دو مواقع بے صبری کے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

## بے صبری کی وجہ

اور بے صبری کی زیادہ وجہ یہ ہے کہ انسان کی حرص ایسی بڑھی ہوئی ہے جس کا کوئی ٹھکانا نہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے: ((لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَّالٍ لَاَ بْتَغِيْ ثَالِثًا وَلَايَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ)) یعنی ''اگر ابن آدم کے پاس مال کے دو نالے ہوں تب بھی تیسرے کو چاہیگا اور اُس کے پیٹ کو مٹی ہی بھرتی ہے'' مطلب یہ ہے کہ اس کی حرص ختم نہیں ہوتی اکثر انسانوں کا تو یہی حال ہے اور جنس کے احکام میں اکثر افراد ہی کا لحاظ ہوتا ہے گو بعضے ایسے نہ ہوں حالانکہ اکثری حالت یہ ہے کہ جس قدر اس کے پاس ہے وہ بھی اس کی حاجت سے زائد ہے اگر انسان عقل سے کام لے اور سوچے تو مال و دولت اور ساز و سامان کی کثرت سے گھبرانے لگے اور اس پر بڑی وحشت سوار ہو اور سمجھے کہ میں کس بلا میں مبتلا ہوں۔

## مالداروں کا حال

مجھ کو تو واللہ مالداروں کی حالت دیکھ دیکھ کر وحشت ہوا کرتی ہے کہ یہ کیسی بلاؤں میں گرفتار ہیں کہیں چور کا خوف ہے کہیں مقدمہ بازیاں ہو رہی ہیں

(۱) پسندیدہ چیز ہو۔

کہیں اُن کو یہ خیال ہوتا ہے کہ دیکھئے اس مال کو کون کون خرچ کرے گا دن رات اسی پیچ وتاب (۱) میں رہتے ہیں۔

## اہل اللہ کا حال

البتہ جن کی نظر حقیقت پر ہے انہوں نے بے شک دنیا کے مال ومتاع کی حقیقت کو خوب سمجھا ہے اور جو ایسا ہوگا وہ اتنا مال جمع ہی کیوں کریگا اس کو تو اس سے بڑی وحشت ہوگی۔ حضور ﷺ کی حالت پر غور کیجئے حضور ﷺ کی یہ حالت تھی کہ حضور ﷺ کی خدمت میں بعض دفعہ ڈھیروں سونا آیا ہے اور ظہر سے عصر تک آپ نے سب تقسیم فرمادیا ہے ایسوں کے پاس جمع کی نوبت ہی کہاں آئے گی اسی لئے جو حضور ﷺ کے جانشین ہیں اور ان کے اخلاق آپ کے اخلاق کے پرتو ہیں (۲) ان کی حالت بھی یہی ہوتی ہے باقی حضور تو حضور ہی ہیں ﷺ۔

## مال کے بارے میں حضور ﷺ کا عمل

آنحضرت ﷺ ایک بار عصر کی نماز کے لئے مصلے پر تشریف رکھتے تھے دفعۃً مکان میں تشریف لے گئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعجب ہوا جب حضور ﷺ تشریف لائے تو فرمایا کہ مجھ کو اس وقت یاد آیا کہ کہیں سے کچھ دینار آئے تھے اور وہ گھر میں ہی رکھے ہیں اور رات آنے کے قریب ہے اور نبی کے گھر میں رات کو مال کا رہنا نہایت غیر مناسب ہے' اس لئے میں نے خرچ کردیئے۔ خیر حضور ﷺ کی تو بڑی شان تھی آپ کے غلامانِ غلام ایسے ہوئے ہیں کہ انہوں نے سلطنتوں کی بھی پرواہ نہیں کی۔

---

(۱) فکر و پریشانی (۲) عکس ہیں۔

# حضرت شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کی صاحبزادی کا قصہ

چنانچہ حضرت شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے کہ یہ سلطنت چھوڑ کر درویش بن گئے تھے آپ کی ایک صاحبزادی تھیں ان کی لطافت مزاج وغیرہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں بس یہی کافی ہے کہ بادشاہ کی بیٹی تھیں جب سیانی(۱) ہوئیں تو آپ کو خیال ہوا کہ ان کا عقد(۲) کر دیا جاوے آپ کے پاس بہت لوگوں کے پیام آتے تھے اور پیام بھی معمولی لوگوں کے نہیں بلکہ بادشاہوں کے پیام آتے تھے وجہ یہ ہے کہ بادشاہ اگرچہ فقیر ہوجائے مگر اُس کا مرتبہ تھوڑا ہی گھٹتا ہے لوگ اُسے اُسی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں چنانچہ جو شخص پہلے امیر کبیر ہو اور پھر غریب ہوجاوے تو لوگ کہا کرتے ہیں کہ غریب ہوگیا تو کیا مگر حوصلہ اور دماغ تو وہی ہے بخلاف اُس شخص کے جو پہلے غریب ہو اور پھر امیر ہوجاوے تو اس کی وقعت لوگوں کے دلوں میں زیادہ نہیں ہوتی گو بظاہر اس کی دل شکنی کی وجہ سے اس کے منہ پر اس کی حقارت نہ کریں مگر دلوں میں ہرگز وقعت نہیں ہوتی کیونکہ غریب کو حوصلہ نہیں ہوتا اگرچہ کتنا ہی بڑا امیر ہوجاوے مگر رہے گا دبا ہی ہوا۔ غرض کہ جب کسی بادشاہ کی طرف سے پیام آتا تو آپ انکار فرمادیتے اس انکار پر لوگ اپنے دلوں میں جانے کیا کیا خیال کرتے ہوں گے کہ دیکھئے کس بادشاہ پر ان کی نظر ہے حالانکہ بات یہ ہے۔

در نیاید حال پختہ ہیچ خام  پس سخن کوتاہ باید والسلام(۳)

لوگوں کو کیا خبر کہ کیوں انکار فرمادیتے ہیں ایک مرتبہ آپ نے مسجد میں دیکھا کہ ایک غریب آدمی نماز میں مشغول ہے اور نماز کا حق جیسا کہ اُس کا حق ہے ادا کر رہا تھا اس کے چہرہ سے وقار و مسکنت معلوم ہوتی تھی بس اُس کی نماز کو دیکھ کر

(۱) سمجھدار ہوئیں (۲) نکاح کر دیا جائے (۳) کامل کے حالات کو کوئی ناقص سوچ بھی نہیں سکتا اس لئے زیادہ باتیں نہیں بنانی چاہییں۔ والسلام

عاشق ہوگئے اور اُسی وقت قصد کرلیا کہ لڑکی کا نکاح اس کے ساتھ کروں گا اس سے بڑھ کر کون ہوگا' اُس کے اور کسی حال کی تفتیش نہیں کی کہ یہ کون ہے کتنا اس کے پاس ساز وسامان ہے جب وہ نماز پڑھ چکے تو اُن سے کہا کہ مجھ کو تم سے کچھ کہنا ہے چنانچہ آپ نے پوچھا کہ تمہاری شادی ہوگئی ہے یا نہیں؟ اُس نے جواب دیا کہ مجھے لڑکی کون دیتا ہے میں کہاں اس قابل ہوں بالکل غریب ومفلس ہوں ایسوں کو کون پوچھتا ہے اور اس نے شاہ شجاع رحمۃ اللہ علیہ کو پہچانا نہیں کہ یہ وہ تارک السلطنت (۱) بادشاہ ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی راضی ہوجاوے تو منظور بھی کرلوگے؟ اُس نے کہا کہ ہم جیسوں کو کون پوچھتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر شاہ شجاع کرمانی اپنی لڑکی دیدے تو لے لوگے' وہ گھبرا کر کہنے لگا کہ خدا کے واسطے میرے جوتیاں نہ لگوانا بھلا کہاں میں اور کہاں شاہ شجاع کرمانی اور ان کی بیٹی' مجھ سے کیوں تمسخر کرتے ہو(۲) قرآن میں ہے: ﴿لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ﴾(۳) آپ مجھ کو ذلیل کرتے ہیں اور مجھ کو بناتے ہیں جاؤ اپنا کام کرو آپ نے فرمایا واللہ میں بناتا نہیں اس پر کہنے لگا کہ اگر ایسا ہو تو میں ان کا تبرک سمجھوں گا آپ نے فرمایا کہ میں ہی شاہ شجاع ہوں میں خوشی سے اپنی لڑکی تمہیں دوں گا اتنا توقف کرو(۴) کہ میں لڑکی سے پوچھ لوں چنانچہ آپ گئے اور لڑکی سے اُس کے زہد وتقویٰ کا حال بیان کیا دلیل یہ بیان کی کہ نماز اچھی پڑھتا ہے یہ کچھ بھی نہیں فرمایا کہ دنیا کا مال ومتاع بھی کچھ ہے یا نہیں غور کیجئے کہ دلیل کیا اچھی بیان فرمارہے ہیں کہ نماز اچھی پڑھتا ہے اور چونکہ یہ تجربہ ہے کہ صحبت کا اثر بہ نسبت لڑکوں کے لڑکیوں پر زیادہ ہوتا ہے ان کا قلب اثر صحبت کے لئے لڑکوں سے زیادہ صالح ہوتا ہے اور اسی لئے اس لڑکی پر بھی

(۱) کہ یہ وہ صاحب ہیں جنہوں نے بادشاہت ترک کردی ہے (۲) مجھ سے مذاق کیوں کرتے ہو (۳) ''ٹھٹھا نہ کریں ایک لوگ دوسروں سے'' سورۂ حجرات:۱۱ (۴) اتنی دیر ٹھہرو کہ میں لڑکی سے معلوم کرلوں۔

باپ کی صحبت کا اثر خوب پڑا ہوا تھا وہ بھی کامل ہی ہوگئیں تھیں اُن پر اس دلیل کا کافی اثر ہوا بولیں کہ مجھ کو منظور ہے ہے مگر ایک شرط سے کہ اس شخص میں حُبِّ دنیا(۱) نہ ہو اور آگے آپ کو اختیار ہے غرض نکاح کردیا اور اس کے گھر پہنچادیا اور نصیحت کردی کہ خاوند کی اطاعت کرنا اب اُن صاحبزادی کا حال سنئے کہ جب صاحبزادی نے گھر کے دروازہ میں قدم رکھا تو دیکھا کہ ایک سوکھی ہوئی روٹی گھڑے پر ڈھکی ہوئی رکھی ہے یہ دیکھتے ہی فوراً پچھلے پاؤں لوٹ پڑیں اور کہا کہ ابا جان نے مجھ کو کہاں دھکادے دیا' اس شخص نے کہا کہ میں تو پہلے ہی سمجھے ہوئے تھا کہ بادشاہ کی بیٹی مجھ کو کچھ خاطر میں نہ لائیں گی صاحبزادی نے کہا ﴿اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾(۲) "کہ بعض گمان گناہ ہوتا ہے" تم نے یہ خیال کیا ہوگا کہ میں تمہاری غریبی کو دیکھ کر واپس ہوئی ہوں سو یہ بات نہیں میں تو اس لئے لوٹی ہوں کہ والد نے کہا تھا کہ زاہد متوکل شخص ہے سو اگر تم کو خدا پر توکل ہوتا تو اس روٹی کے رکھنے کو کیوں پسند کرتے؟ اس نے کہا کہ میرا روزہ تھا میں نے اس خیال سے یہ روٹی رکھ لی تھی کہ اس سے روزہ افطار کروں گا لڑکی نے جواب دیا کہ تو نے جس کا روزہ رکھا ہے تو اس کا مہمان ہے اور مہمان کی خبر گیری میزبان کے ذمہ ہے پھر کیوں اس کو رکھ چھوڑا ہے اس شخص نے فوراً اُس روٹی کو خیرات کردیا تب وہ گھر میں داخل ہوئیں۔ سو ایسے لوگ بے شک حرص سے بَری ہیں۔

## حضور ﷺ کی شان

غرض جب اولیاء ایسے ہوئے ہیں تو حضور ﷺ کی تو بڑی شان ہے ان کے پاس جمع ہی نہیں ہوتا چنانچہ حضور ﷺ کو حق تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہوا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم اُحد پہاڑ کو سونا بنادیں اور اس پر بھی کفایت نہیں کی بلکہ

(۱) دنیا کی محبت اُس میں نہ ہو (۲) سورۂ حجرات: ۱۲۔

یوں ارشاد ہوا کہ اس کو ایسا کر دیں کہ وہ آپ کے ساتھ ساتھ رہا کرے مگر آپ نے منظور نہیں فرمایا۔ اور عرض کیا اے اللہ! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ جب ہو تو کھا کر آپ کا شکر ادا کروں اور جب نہ ہو تو آپ سے مانگوں' غرض کہ یہ تو خواص کی حالت ہے باقی عموماً تو مال ومتاع کی حرص قلوب میں بے انتہا بھری ہوئی ہے چاہیئے تو یہ تھا کہ اس سے وحشت ہوتی۔

## قربِ قیامت میں مال سے بے رغبتی کی وجہ

اور قیامت کے قریب میں خاص اسباب سے ایسا ہوگا بھی کہ اس سے وحشت ہوگی چنانچہ لوگ مال کی زکوٰۃ دینا چاہیں گے خرچ کرنا چاہیں گے اور لئے لئے پھریں گے مگر کوئی لینے والا نہ ہوگا سو اُس وقت تو ایسا ہوجاویگا مگر اِس وقت ایسا نہیں اور وجہ یہ ہے کہ اس وقت مال اس لئے مرغوب (۱) ہے کہ طالب زیادہ ہیں اور مطلوب کم ہیں اور قربِ قیامت میں طالب کم ہونگے اور مطلوب زیادہ اس لئے اس کی ناقدری ہوگی۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مال تو کم ہوتا نہیں کیونکہ یہ فنا نہیں ہوتا روز بروز بڑھتا ہی جاتا ہے چنانچہ لوگ کہتے ہیں کہ پہلے مال اتنا نہ تھا جتنا کہ اب ہے غرض یہ تو روز بروز بڑھتا ہی ہے کم ہوتا ہی نہیں اسی طرح ہوتے ہوتے قربِ قیامت تک بہت ہی کثرت ہوجاویگی اور فتن (۲) کی وجہ سے آدمی کم ہوجائیں گے ظاہر ہے کہ جس چیز کو فنا نہ ہو اور بڑھتی ہی رہے تو ایک زمانہ میں بہت ہی کثرت سے ہوجاویگی کیونکہ مال پیدا تو ہوتا ہے مگر اس کو موت نہیں آتی تو جب بہت بڑھ جائیگا تو اس کی حرص (۳) نہ رہے گی۔

---

(۱) پسندیدہ/محبوب (۲) (فتنہ کی جمع) فتنے (۳) لالچ۔

## مال کی مرغوبیت حقیقیہ نہیں

اور یہاں ایک بات بتلاتا ہوں کہ مال میں مرغوبیت(۱) حقیقیہ ہوتی تو کبھی کسی زمانہ میں بھی مرغوبیت کم نہ ہونی چاہیئے تھی۔ جس چیز کی مرغوبیت حقیقی ہوتی ہے وہ کبھی زائل نہیں ہوتی اور مال ایک زمانہ میں مرغوب نہیں رہے گا تو ثابت ہوا کہ اس کی مرغوبیت حقیقیہ نہیں ورنہ کیوں زائل ہوجاتی۔ دیکھئے ہوا کی مرغوبیت حقیقی ہے جو کسی وقت بھی زائل نہیں ہوتی اگر تھوڑی دیر کے لئے ہوا کو بند کردیں تو مرغوبیت معلوم ہوجاوے گی قدر کی چیز کبھی بے قدر نہیں ہوتی۔

## اللہ کے نزدیک مال کی بے قدری

مال واقعی بے قدری کی چیز ہے اسی واسطے حدیث شریف میں ہے ((لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَاللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ)) کہ ''اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو اللہ میاں کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتے'' مگر چونکہ اس کی کچھ بھی قدر نہیں اس واسطے اللہ میاں مبغوض شئے(۲) اپنے دشمنوں کو دیتے ہیں حقیقت شناس آدمی ہمیشہ ایسی چیز سے گھبراتا ہے جو خدا کو مبغوض ہو۔ دیکھئے سلاطین نے بزرگوں کے سامنے نذرانے پیش کئے مگر انہوں نے واپس کردیے اور وجہ ظاہر ہے کہ اس میں خطرات اس قدر ہیں کہ جس کی حد نہیں۔ مال و دولت والوں کی جاں پر بنی ہوئی ہوتی ہے چوروں کا خوف ڈاکوؤں کا ڈر، بے مال والے کیسے بے فکر ہوتے ہیں۔

---

(۱) مال میں پسندیدگی حقیقی نہیں ہے (۲) ناپسندیدہ چیز۔

# ایک گرو اور چیلہ کی حکایت

ایک گرو چیلہ کی حکایت ہے کہ وہ کہیں سفر میں رات کو چلے جاتے تھے چیلہ نے کہا گرو جی ڈر لگتا ہے گرو نے کچھ تسلی کر دی تھوڑی دیر میں پھر کہا کہ گرو جی ڈر معلوم ہوتا ہے گرو جی تھے تجربہ کار اس نے پوچھا کہ تیرے پاس کچھ ہے اس نے کہا کہ ایک روپیہ کمر سے بندھ رہا ہے گرو نے کہا کہ اس کو پھینک دے چنانچہ اُس نے پھینک دیا پھر تھوڑی دیر میں گرو نے پوچھا کہ اب بھی ڈر لگتا ہے؟ اس نے کہا اب تو نہیں لگتا اُس نے کہا ساری وجہ ڈر لگنے کی وہ روپیہ تھا کیونکہ خالی آدمی کو کون مارتا ہے اور بدّوؤں کی تو حکایت سنی ہے کہ وہ مار کر پھر تلاشی لیتے ہیں اگر بغور دیکھا جائے تو وہاں بھی مال ہی مارنے کا باعث ہوتا ہے گو اُس مسافر کے پاس نہ ہو کیونکہ بدو لوگ اپنے زعم میں تو اس کو مالدار ہی سمجھتے ہیں جب ہی تو مارتے ہیں ان کو یقین سے معلوم ہو جاوے کہ اس کے پاس کچھ نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں کہتے ڈاکو بھی مالدار و غیر مالدار کو خوب پہچانتے ہیں جیسے اہل پولیس بدمعاشوں کو پہچان لیتے ہیں پس مال کے ان خطرات پر نظر کر کے تو اس سے وحشت ہی ہونی چاہئیے اور اس کا مقتضاء یہ ہے کہ مال کی رغبت نہ ہو باقی کوئی شخص غیر مرغوب ہی پر مرنے لگے اور اس کو حِس ہی نہ ہو(۱) تو دوسری بات ہے کیونکہ محبت اور حرص ایسی چیز ہے کہ محبوب کے عیب کو چھپا دیتی ہے ؎

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد(۲)

---

(۱) اگر کوئی آدمی کسی بُری اور ناپسندیدہ چیز ہی کو پسند کرنے لگے تو یہ اور بات ہے (۲) جب کوئی غرض ہو تو ہنر پر سے نظر ہٹ جاتی ہے جس پر دل آجائے اس کے عیبوں پر پردہ پڑ جاتا ہے۔

# آدمی بوجہ حرص مال جمع کرتا ہے

بات یہ ہے کہ حریص آدمی مال کو مقصود بالذات سمجھتا ہے اگر ضرورت کی چیز سمجھتا تو اُس سے بالذات محبت نہ ہوتی کیونکہ اکثر یہی ہے کہ جو ساز و سامان ہمارے پاس ہے وہ ضرورت سے کہیں زیادہ ہے سفر کی حالت میں اس کا تجربہ ہوجاتا ہے کہ کتنی چیزیں ضروری ہیں جب سفر کرتے ہیں تو اُس وقت ضرورت کی چیزوں کا انتخاب ہوتا ہے اور بہت تھوڑا سا سامان ساتھ لے جاتے ہیں کہ جس کے بغیر چارہ نہیں ہوتا پھر جہاں تک اول سفر کیا ہے اگر اتفاقاً وہاں سے اور آگے کو سفر کرنے لگیں تو پھر اور انتخاب ہوتا ہے اور کچھ سامان وہاں چھوڑ جاتا ہے یہاں تک کہ کئی سفروں میں بہت معمولی چیزیں ساتھ رہ جاتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کے لئے بہت تھوڑے سامان کی ضرورت ہے بعض وقت رضائی وغیرہ بھی اس خیال سے چھوڑ دی جاتی ہے کہ خدا کہیں دے دے گا یہ تو اصل ضرورت کا حال ہے، مگر ہماری یہ حالت ہے کہ زیادہ چیزیں ہمارے پاس وہ ہیں جو کہ کبھی استعمال میں بھی نہیں آتیں بعض کو تو رکھ کر بھول بھی جاتے ہیں حتیٰ کہ رکھے رکھے وہ خراب بھی ہوجاتی ہیں مگر حرص ان کی بھی ہے سچ کہا گیا ہے

حرص قانع نیست صائب ورنہ اسباب معاش آنچہ ما در کار داریم اکثرے در کار نیست (۱)

جو انسان کے لئے مصلحت ہے وہ تو خدا تعالیٰ نے خود ہی سب کو عطا فرمادیا ہے اور ان میں زیادہ تر وہ چیزیں ہیں جن میں اکتساب کو بھی دخل نہیں اور وہی اصل ضروری ہیں مگر حاشیہ لگا کر انسان بہت سی چیزیں خود بڑھالیتا ہے۔

(۱) حرص مجھے قناعت نہیں کرنے دیتی ورنہ زندگی کے لئے زیادہ سامان کی ضرورت نہیں کیونکہ جس سامان کو میں کام کا سمجھ کر رکھ لیتا ہوں اکثر اس کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔

## جو چیزیں خدا تعالیٰ نے بلا اکتساب عطا فرمائی ہیں ان میں کوئی زائد نہیں

اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے بلا اکتساب(۱) مرحمت فرمائی ہے واقعی وہ سب ضروری ہیں اُن میں کوئی چیز زائد بھی نہیں چنانچہ جب ان میں سے کوئی چیز کم ہوجاتی ہے تو اس وقت قدر معلوم ہوتی ہے مثلاً ایک آنکھ ہی جاتی رہے تو پتہ چلے ایک حکایت ہے تو مسخرہ پن کی مگر کہے دیتا ہوں ہم اُستاد کے سامنے سبق پڑھ رہے تھے اور ہمارے سبق میں ایک طالب علم یک چشم(۲) تھے اور اُن ہی کی قراءت تھی میں نے شوخی سے اُن کی آنکھ پر انگلی رکھ لی اب استاد کہہ رہے ہیں کہ پڑھتے کیوں نہیں اور حضرت اُستاد کی عادت تھی کہ گردن جھکا کر بیٹھتے تھے اوپر کو نگاہ اٹھاتے ہی نہ تھے اب وہ فرمارہے ہیں پڑھو اور یہ حیران تھے کہ ایک آنکھ تو قدرتی نہ تھی دوسری پر ہاتھ رکھ لیا اب کروں تو کیا کروں وہ دل میں کہتے ہونگے کہ میری دوسری آنکھ بھی ہوتی تو کیا اچھا ہوتا جب خدا کی نعمت جاتی رہتی ہے اس وقت قدر معلوم ہوتی ہے غرض کوئی چیز ان میں سے زائد نہیں۔

## مکرراتِ قرآن پر شبہ کا الزامی جواب

اعضاء کے مکرر ہونے پر ایک لطیفہ یاد آیا کہ ایک بادشاہ نے ایک عالم (مبتدع) سے پوچھا کہ یہ جو آپ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قرآن شریف محرَّف(۳) ہے اس پر کوئی تاریخی دلیل ہے کہنے لگے کہ تاریخی دلیل سے بڑھ کر عقلی دلیل ہے وہ یہ کہ قرآن میں مکررات(۴) بہت ہیں خدا کو مکرر لانے کی کیا

(۱) بغیر محنت و مشقت عطا فرمائی ہیں (۲) اس کی ایک آنکھ خراب تھی (۳) قرآن میں تحریف ہوتی ہے (۴) قرآن میں ایک ایک بات کو کئی کئی دفعہ ذکر کیا گیا ہے۔

ضرورت تھی اس سے معلوم ہوا کہ اوروں نے بڑھایا ہے' بادشاہ نے فرمایا کہ آپ کی تخلیق میں بھی تو مکررات ہیں معلوم ہوا کہ وہ بھی کسی کا اضافہ ہے اور قابل حذف ہے تو تیرے جسم کے تخلیقی مکررات (۱) بھی کسی کا اضافہ ہے اور قابل حذف ہے اس کے بعد فوراً جلاد کو حکم دیا کہ ان کے مکررات کو حذف کردو (۲) اور کہا کہ تیرے قول کی موافق یہ تکرار بھی دلیل ہے اس بات کی کہ تو خدا کا بنایا ہوا نہیں کسی نے تجھ میں اضافہ کردیا ہے جواب عجیب معقول تھا واقعی یہ ہے کہ سیف (۳) سب سے بڑا وعظ ہے ؎

اَلْوَعْظُ یَنْفَعُ لَوْ بِالْعِلْمِ وَالْحِکَمِ وَالسَّیْفُ اَبْلَغُ وَعَّاظٍ عَلَی الْقِمَمِ (۴)

## فساد مذاق کا نقصان

غرض جن امور میں اکتساب کو دخل نہیں وہ تو سب ضروری ہیں ہاں جن میں انسان کے اکتساب کو دخل ہے اُن میں بہت سے امور غیر ضروری بھی ہیں جن کو ہم نے ان مکتسبات میں فضول بڑھالیا ہے اور اپنی طرف سے حواشی چڑھائے ہیں پھر وہ حاشیہ اتنا بڑا ہے کہ اصل سے بھی بڑھ گیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ حقیقت پہچان کر زوائد سے وحشت ہوتی مگر اب فساد مذاق کی وجہ سے الٹی ہم کو لذت حاصل ہوتی ہے اس کی مثال تمباکو جیسی ہے کہ اُس کے کھانے میں حالانکہ بہت سے نقصانات ہیں سر اُس سے گھومتا ہے دماغ اُس سے خراب ہوتا ہے منہ میں بدبو اُس سے پیدا ہوتی ہے جسم میں کاہلی اُس سے آجاتی ہے اور عادت ہوجانے پر تو یہ کیفیت ہوجاتی ہے کہ جب تک اُس کو نہ کھالیا جاوے انسان کوئی کام نہیں کرسکتا مگر باوجود اتنے نقصانات کے اُس کو کھاتے ہیں اور بڑے مزے لے کر کھاتے

(۱) تمہارے بھی تو دو ہاتھ اور آنکھیں وغیرہ ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ بھی کسی کا اضافہ ہیں اور زائد ہیں لہذا اس کو بھی ختم کردینا چاہئے (۲) جلاد کو بلا کر کہا اس کے جو اعضا دو دو ہیں ان سے ایک ایک کاٹ دو کہ اس کے بقول وہ زائد ہیں (۳) تلوار (۴) وعظ و نصیحت اگر علم و حکمت پر مبنی ہو فائدہ دیتی ہے اور تلوار معاندین کے لئے سب سے بڑا واعظ ہے۔

ہیں اسی طرح دیکھئے مرچ کیسے نقصان کی چیز ہے بالفعل تو یہی نقصان ہے کہ جس چیز میں مرچ زیادہ ہوتی ہے کھاتے ہی منہ میں آگ سی لگ جاتی ہے آنکھوں سے پانی جاری ہوجاتا ہے دماغ پریشان ہوجاتا ہے اور جسمانی نقصانات اس کے علاوہ رہے مگر حالت یہ ہے کہ رورہے ہیں اور کھارہے ہیں عادت والے کچھ بھی خیال نہیں کرتے۔

## مرچوں پر لطیفہ

مرچوں پر ایک لطیفہ یاد آیا ایک بزرگ معتوہ(۱) تھے جب وعظ میں لوگوں کے جھگڑے قصے بدمعاملگی اور بُرے اخلاق واطوار کا تذکرہ فرماتے تو یہ فرماتے کہ یہ سب مرچوں کا فساد (۲) ہے' ایک شخص ہنسنے لگے کہ اسمیں کیا جوڑ ہوا؟ میں نے کہا اچھا خاصا جوڑ ہے مطلب یہ ہے کہ مرچوں سے کھانا مزے دار ہوجاتا ہے اور قاعدہ ہے کہ مزہ دار کھانا زیادہ کھایا جاتا ہے اور جب انسان زیادہ کھانا کھائیگا تو لامحالہ قوت بہیمیہ (۳) زیادتی پکڑے گی اس لئے ضرور فساد کی باتیں انسان سے صادر ہونگی یہ تو لطیفہ تھا اصل مضمون یہ ہے کہ جیسے مرچ کھانے والوں کو باوجود تکلیف ہونے کے حس نہیں ہوتی اسی طرح مالداروں کو زیادہ مال سے تکلیف تو ہوتی ہے مگر حس نہیں۔

## ایک بخیل کی حکایت

ایک صاحب کا قصہ ہے کہ تھے تو وہ مالدار اور وسعت والے مگر بوجہ بخل کے ہانڈی تک اپنے ہاتھ سے پکاتے تھے کسی نے اُن سے کہا کہ میاں تمہارا مال دولت روپیہ پیسہ کس کام کا باوجود اتنے مالدار ہونے کے ہانڈی تک اپنے ہاتھ سے پکاتے ہو وہ بولے میاں تم خرچ ہی کرنے کا لطف جانتے ہو جمع کرنے کے لطف سے واقف نہیں ہو جمع کرنے میں بڑا لطف ہے تم اس کو کیا جانو بے شک اگر کوئی

(۱) نامرد (۲) مرچوں کی وجہ سے یہ خرابی ہے (۳) انسان کی قوۃ حیوانیہ میں زیادتی ہوگی جو لڑائی جھگڑے کا باعث ہوگی۔

ان کا مال چرا کر لے جاتا جب لطف معلوم ہوتا مال تو ایسی چیز ہے کہ اُس کا جمع ہونا بھی تکلیف دہ ہے تو گم ہونے سے تو انسان کی کیا حالت ہوتی ہوگی۔ بعض وقت اس کے ملنے سے اور اسی طرح ضائع ہونے سے موت تک کی نوبت آجاتی ہے۔

ایک مقام کا قصہ ہے بعض جگہ دستور ہے کہ بڑی تعداد کے مال پر چٹھیاں (۱) پڑتی ہیں اور بعض وقت ایک دو روپیہ میں اتنا مال مل جاتا ہے جس کی قیمت لاکھوں روپیہ ہوتی ہے تو قصہ یہ ہے کہ ایک انگریز کا سائیس تھا کسی مال پر چٹھیاں پڑ رہی تھیں اس نے بھی ایک روپیہ کی چٹھی ڈالدی اتفاق سے چٹھی اس کے نام پر نکل آئی وہ کئی لاکھ روپیہ کا مال تھا گویا ایک روپیہ میں کئی لاکھ روپیہ مل گئے جس انگریز کا سائیس تھا اس کے نام چٹھی آئی کہ تمہارے سائیس کے نام چٹھی نکلی ہے اس کو چاہئے کہ آکر مال پر قبضہ کرے وہ انگریز تھا تجربے کار اس نے سائیس کو فوراً خبر نہیں کی کہ فرط خوشی سے مر نہ جائے بلکہ پہلے اس کا علاج کر دیا وہ یہ کہ اس کو بلا کر پوچھا کہ تو نے کوئی چٹھی ڈالی تھی اس نے کہا کہ ہاں ڈالی تھی انگریز نے کہا کہ تم نے بلا اجازت ایسا کیوں کیا اس نے جواب دیا کہ یہ بات میرے کار منصبی سے خارج تھی اس میں مجھ کو اختیار تھا انگریز نے کہا کہ تجھ کو کوئی اختیار نہ تھا اور چابک منگا کر خوب ہی مارا اور پھر کہا کہ تیرے نام چٹھی نکلی ہے اتنے لاکھ روپیہ کا مال تمہارے نام آیا ہے یہ سنکر وہ خوش تو ہوا مگر مار کی تکلیف سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جس میں خطرہ ہوسکتا تھا انگریز نے کہا کہ ہم نے اس مار نے سے تمہارا علاج کیا ہے اگر ہم فوراً تم کو خبر کر دیتے تو تم مرجاتے اور بھی ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ دفعۃً مال ملنے سے شادی مرگ (۲) ہوگئی اسی طرح مال کے دفعۃً تلف ہونے سے موت کے واقعات سنے ہیں۔

(۱) لاٹری کی صورت چند پیسوں میں لاکھوں مل جاتے ہیں (۲) اچانک خوشی ملنے سے موت واقع ہوگئی۔

## اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کا حال

البتہ محبینِ حق کے نزدیک دونوں حالتیں برابر ہیں ان کی حالت تو یہ ہے کہ نہ ملنے سے چنداں خوشی نہ جانے سے چنداں غم (۱) اور بعض کو کسی درجہ میں بھی خوشی یا غم نہیں ہوتا ایک بزرگ کے پاس کہیں سے بیش قیمت موتی تحفہ میں آیا تھا خادم نے پیش کیا دیکھتے ہی فرمایا الحمدللہ اور حکم دیا کہ اس کو رکھ لو خادم نے ایک دفعہ اسباب (۲) کا جائزہ لیا اتفاق سے وہ موتی ضائع ہوگیا تھا اُس کو خیال ہوا کہ دیکھئے خبر ہونے پر میری کیا نوبت ہوتی ہے مگر بضرورت خبر کرنا پڑی اُس کے سنتے ہی آپ کی زبان سے نکلا الحمدللہ' خادم کو بہت تعجب ہوا اور عرض کیا کہ حضرت جب یہ موتی آیا تھا اُس وقت بھی حضرت نے فرمایا تھا الحمدللہ خیر وہ تو موقع بھی تھا مگر جاتے رہنے کی صورت میں الحمدللہ کہنے کا کیا موقع تھا؟ آپ نے فرمایا میں نے موتی آنے کے وقت اور پھر اُس کے ضائع ہوجانے کے وقت اپنے دل کی حالت کو دیکھا تھا تو یہ کیفیت پائی کہ نہ آنے کے وقت کوئی خوشی ہوئی تھی اور نہ جاتے رہنے سے کوئی رنج ہوا پہلی بار الحمدللہ کہنا اس پر تھا کہ دنیا کے آنے سے کوئی خوشی نہ ہوئی اور دوسری بار اس لئے کہ دنیا کے جاتے رہنے سے کوئی غم نہ ہوا۔ بھلا پھر ان کو مال کے آنے یا جانے سے پریشانی کیوں ہو؟

## بعض بزرگوں کا حال

صاحبو! بعض بزرگوں کی تو یہ کیفیت ہوئی ہے کہ انہوں نے تو چوروں دشمنوں کو بھی خود ہی اپنے پاس سے دے دیا ہے ان سے حفاظت تو کیا ہی کرتے۔ ایک بزرگ کے یہاں ایک چور چوری کرنے گیا وہاں کچھ تھا ہی نہیں ان کی آنکھ کھل

(۱) نہ مال ملنے سے زیادہ خوشی نہ مال جانے کا زیادہ غم (۲) سامان کو دیکھا تو موتی غائب تھا۔

گئی تو اس کو محروم جاتے ہوئے دیکھ کر اپنا کمبل اتار کر دے دیا کہ اس کا دل بُرا نہ ہو اور خالی نہ جاوے ؎

شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمنان ہم نکردند تنگ (۱)

وجہ یہ ہے کہ اہل اللہ کے نزدیک دنیا بڑی حقیر چیز ہے اس لئے اس کا آنا جانا ان پر زیادہ اثر نہیں کرتا۔

## شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کی مال سے لاتعلقی

حضرت شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کی بی بی کے پاس ایک چاندی کا ہار تھا۔ جب وہ ہار پہنتیں تو آپ فرماتے کہ اس ہار میں سے مجھ کو دنیا کی بو آتی ہے۔ بی بی نے ایک بار ایک مہمان بزرگ سے اس امر کی شکایت کی اور کہا کہ میں نے اپنے لڑکے رکن الدین کی شادی کی غرض سے یہ ہار رکھ چھوڑا ہے جس کے بارے میں شیخ بار بار یہ فرمایا کرتے رہتے ہیں۔ ان بزرگ نے شاہ صاحب سے فرمایا کہ آپ کو اپنی دنیا میں سے بدبو آنی چاہئے دوسرے کی چیز سے کیوں بدبو آتی ہے جب بی بی کا پیچھا چھوٹا۔

## شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا حال

بعضے بزرگوں کو تو دنیا کے جاتے رہنے کی خوشی ہوتی ہے حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بطور ہدیہ کے ایک آئینہ بیش قیمت آیا تھا آپ کبھی کبھی خادم سے منگا کر اس میں منہ دیکھا کرتے تھے اتفاقاً ایک دفعہ خادم کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا اس کو بڑی فکر ہوئی بزرگوں کے پاس رہنے والے ہوتے ہیں

(۱) میں نے سنا ہے کہ بعض اللہ کے نیک بندے دشمنوں کے دلوں کو بھی تکلیف نہیں پہنچاتے۔

مزاج شناس خادم نے عذر کرنے کا ارادہ کیا اور عذر کا مضمون ایک مصرع میں موزوں کر کے عرض کیا ؎

ع از قضا آئینۂ چینی شکست (۱)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فی البدیہہ فرمایا ؎

ع خوب شد اسبابِ خود بینی شکست (۲)

خود بینی کیا ہی اچھا موزوں لفظ ہے بزرگوں کا اصل مذاق تو یہ ہے کیونکہ وہ مال کی حقیقت کو پہچانتے ہیں باقی اکثر لوگوں کی یہی حالت ہے کہ اگر ان کے پاس سونے کے دو جنگل ہوں تو تیسرے کے طالب ہونگے۔ یہ حال ہے انسان کی حرص کا۔

## حرص کا علاج

اسی واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے پیٹ کو قبر کی مٹی ہی بھرے گی۔ اسی کی نسبت شیخ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گفت چشم تنگ دنیا دار را یا قناعت پر کند یا خاک گور (۳)

اور حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کوزۂ چشمِ حریصاں پُر نشد تا صدف قانع نہ شد پُر دُر نہ شد (۴)

جب یہ معلوم ہوگیا کہ حرص بُری چیز ہے اور اُن اخلاق رذیلہ میں سے

(۱) چینی شیشہ کی قضا آئی تھی اس لئے ٹوٹ گیا (۲) اچھا ہوا ٹوٹ گیا کہ اس میں منہ دیکھنے کی وجہ سے خود پسندی ہوتی تھی اس کے اسباب ہی ختم ہوگئے (۳) میں نے کہا دنیا دار کی تنگ نظر کو یا قناعت بھر سکتی ہے یا پھر قبر کی مٹی (یعنی مر کر ہی حرص ختم ہوگی) (۴) لالچی لوگوں کی آنکھ کا پیالہ کبھی نہیں بھرتا سیپی جب تک قناعت نہ کرے موتی نہیں بنتا۔

ہے جس کی مذمت خود جناب رسول اللہ ﷺ فرمارہے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اخلاق رذیلہ کا (۱) زائل کرنا اور بجائے اُن کے اخلاق حمیدہ کا اپنے اندر پیدا کرنا ضروری ہے تو حرص کا علاج بھی ضروری ہوگا سو اس کا علاج ہے خدا کی طرف متوجہ ہونا جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگا اس سے یہ خلق رذیل ان شاء اللہ تعالیٰ جاتا رہے گا۔ یہ ہے اس کا علاج جو مقصود تھا بیان سے۔

## اشکال

اب یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:
((اِذَا سَمِعْتُمْ بِجَبَلٍ زَالَ عَنْ مَكَانِهٖ فَصَدِّقُوْهُ وَاِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ زَالَ عَنْ جِبِلَّتِهٖ فَلَا تُصَدِّقُوْهُ)) یعنی ''جب تم سنو کسی پہاڑ کو کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق کرلو اور جو کسی انسان کے متعلق سنو کہ اس کی عادت بدل گئی ہے تو اس کی تصدیق مت کرو'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق فطری ہیں جو نہیں بدلتے اور ان کا ازالہ نہیں ہوسکتا۔ جب یہ صورت ہے تو علاج سے کیا نتیجہ؟

## مجاہدے سے درستی اخلاق

جواب سے پہلے حکماء کا مذہب سنئے اس بارے میں حکماء کے اندر اختلاف ہے کہ ریاضت (۲) سے تہذیب اخلاق ہوتی ہے یا نہیں، بعض کہتے ہیں کہ ریاضت سے اخلاق بدل جاتے ہیں یعنی ریاضت سے پہلے کسی میں بُرے اخلاق تھے تو ریاضت کرنے سے وہ اخلاق جاتے رہتے ہیں اور بجائے ان کے اچھے اخلاق پیدا ہوجاتے ہیں بعض کا مذہب یہ ہے کہ ریاضت سے اخلاق نہیں بدلتے بعض کہتے ہیں کہ فطری اخلاق تو نہیں بدلتے غیر فطری بدل جاتے ہیں صوفیاءِ کرام

(۱) بُرے اخلاق کو دور کرنا (۲) مجاہدوں سے اخلاق کی اصلاح ہوتی ہے یا نہیں۔

کہ درحقیقت حکماء یہی حضرات ہیں اُن کا مسلک یہ ہے کہ ریاضت سے اخلاقِ رذیلہ کا ازالہ تو ہوتا نہیں کہ بالکل معدوم ہوجاویں ہاں انکا امالہ (۱) ہوجاتا ہے اور وہ مغلوب ہوجاتے ہیں اخلاقِ حمیدہ سے اور یہی صحیح ہے اور تجربہ اس پر شاہد ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جن اشخاص میں پہلے سے بُرے اخلاق موجود ہوتے ہیں جب وہ مجاہدہ اور ریاضت کرتے ہیں تو ان کی حالت بدل جاتی ہے بجائے ان کے اخلاقِ حمیدہ ان کے اندر پیدا ہوجاتے ہیں اور وہ اخلاقِ رذیلہ پر غالب آجاتے ہیں حتیٰ کہ حیوانات تک میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے دیکھئے جو گھوڑا شریر ہوتا ہے اس کو ایک عرصہ کے لئے چابک سوار کے حوالہ کردیتے ہیں پھر وہ کیسا مہذب اور شائستہ ہوجاتا ہے اس تحقیق سے معلوم ہوگیا کہ جو حکماء یہ کہتے ہیں کہ اخلاقِ رذیلہ بالکل معدوم ہوجاتے ہیں ان کا یہ کہنا ٹھیک نہیں کیونکہ مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف ہے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ مجاہدہ اور ریاضت سے اخلاقِ حمیدہ ان کے اندر پیدا ہوگئے اور جب مجاہدہ و ریاضت کو ترک کردیا تو پہلے اخلاق عود (۲) کرآتے ہیں اگر وہ معدوم ہوگئے تھے تو پھر عود کیسا؟ (۳)؟ اور جو حکماء کہتے ہیں کہ ریاضت سے اخلاق نہیں بدلتے یہ بھی مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف ہے اور جو کہتے ہیں کہ فطری اخلاق نہیں بدلتے غیر فطری بدل جاتے ہیں تو اس میں تمیز مشکل ہے کہ اخلاق فطری کونسے ہیں اور غیر فطری کونسے؟ تو اس اعتقاد کا شخص ریاضت ہی نہ کریگا یہ عملی ضرر ہے اس لئے صوفیاءِ کرام کا مسلک واقعی ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ فطری بھی گو زائل نہ ہوں مگر مغلوب ہوجاتے ہیں اور واقعی حکماء یہی حضرات ہیں بے چارے حکمائے یونان اور فلاسفہ کی تحقیقات ان کے سامنے کیا چیز ہیں ۔ پھر یہ کہ ہمیں حکماء

(۱) ان کا رخ بدل جاتا ہے (۲) پہلے اخلاق لوٹ آتے ہیں (۳) اگر وہ عادتیں ختم ہوگئیں تھیں تو اب پھر کیوں ظاہر ہوئیں۔

کی تحقیقات سے کیا لینا ہے جو اس کا تعارض حدیث سے رفع کریں باقی حدیث کا مطلب بالکل صاف ہے اور صوفیاء بھی وہی کہتے ہیں جو حدیث میں ہے کہ اخلاق طبعیہ زائل نہیں ہوسکتے گو مغلوب ہوجاتے ہیں اور حدیث میں مغلوبیت کی نفی نہیں جو اس پر شبہ کیا جاوے بلکہ حدیث میں تو ازالہ کی نفی ہے اور مغلوبیت کی تو تائید حضور ﷺ کی تعلیم سے ہوتی ہے کیونکہ حضور ﷺ نے احادیث میں ان امراض کے علاج بیان فرمائے ہیں اگر تہذیب اخلاق نہ ہوسکتی تو آپ ان کی تدبیر کیوں تعلیم فرماتے۔ گو حرص فطری بھی ہو مگر اس کی بھی اصلاح ضروری ہے اور اصلاح کا قصد کرنے سے ضرور اصلاح ہوگی کیونکہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ○ يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾(۱) کہ اسباب اصلاح کے اختیار کرنے سے اللہ میاں تمہارے اعمال کی درستی فرمادینگے۔ تو کیا اللہ میاں کے اصلاح فرمانے سے بھی درستی نہ ہوگی صاحب آپ ناامید نہ ہوں خدا تعالیٰ اصلاح کرینگے اور اصلاح کا مطاوع ہے صلاح(۲) پس ضرور ہمارے اندر صلاح پیدا ہوگی۔ باقی بدون اہتمام اصلاح کے تو اصلاح ہو نہیں سکتی کیونکہ حرص فطری شئے ہے چنانچہ انسان کو ہر وقت اس کی فکر رہتی ہے کہ مرغوب چیزوں کو جمع کروں اور اسمیں ہر وقت مبتلا رہتا ہے۔

## قرآن پاک میں انسانی مرغوبات کی فہرست

قرآن شریف میں بھی حق تعالیٰ نے ایسی مرغوبات کی ایک فہرست بیان فرمائی ہے کہ جن کی طرف اکثر طبائع کا میلان ہے ارشاد فرماتے ہیں: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ

(۱) ''اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو قبول کریگا'' سورۂ احزاب: ۷۰، ۷۱ (۲) اصلاح کا لفظ صلاح سے نکلا ہے۔

عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ (۱) کہ ''زینت دی گئی لوگوں کے لئے محبت خواہشوں کی عورتوں کی اور اولاد کی اور سونے چاندی کے ڈھیروں کی اور عمدہ گھوڑوں کی اور چوپایوں کی اور کھیتی کی یہ سب سامان زندگی دنیا کا ہے اور خدا کے یہاں عمدہ ٹھکانا ہے'' چونکہ مذاق مختلف تھے کسی کو کسی چیز سے محبت ہوتی ہے اور کسی کو کسی سے اس لئے مختلف چیزیں بیان فرمائیں کسی کو عورتوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے کسی کو اولاد سے کسی کو سونے چاندی سے کسی کو گھوڑوں سے کسی کو بیلوں سے اور کھیتی سے کسی کو عورتوں سے ایسی محبت ہوتی ہے کہ دن رات اس میں مبتلا ہیں ہر وقت یہی خیال ہے کسی کو اولاد کی ایسی چاہت ہوتی ہے کہ شب و روز اسی دھن میں رہتے ہیں کہ بیٹا ہو پوتا ہو پڑپوتا ہو۔

## محبت میں غلو

رؤساء کو بیلوں سے ایسی محبت ہوتی ہے کہ ریاست بھی غارت کر بیٹھتے ہیں وجہ یہ کہ محبت کے افراط میں جنون ہوتا ہے چنانچہ ہم نے ایک حکایت گھوڑے کے ایسے ہی طالب کی سنی ہے کہ ان کے پاس ایک گھوڑی تھی بہت خوبصورت ان کے کسی دوست نے اس کی فرمائش کی کہ یہ ہمیں دے دو آپ نے کیا کیا کہ بندوق بھر کر اس بے زبان کے گولی مار دی اور کہا کہ مجھے یہ گوارا نہیں کہ اپنی آنکھ سے دوسرے کے پاس دیکھوں اگر وہ نہ دیتے اور اپنے گھر ہی رکھتے تو کیا حرج تھا بے فائدہ اس کی جان کھوئی بعضے محبت بھی اُلٹی ہوتی ہے ایک اور حکایت ہے کہ ایک بزرگ تھے اور ان کے چند جاہل مرید تھے مریدوں نے سوچا کہ کوئی تدبیر ایسی کرنی

(۵) سورۂ آلِ عمران: ۱۴۔

چاہئیے کہ ہمارے مرشد ہمارے ہی پاس رہیں اور کوئی اس تبرک کو نہ رکھنے پائے ان کو مار کر وہیں دفن کر دیا ایک اور بزرگ تھے اور ان کے ایک مرید تھے ایک روز مرید صاحب نے مرشد سے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو اپنی داڑھی کا ایک بال دیدیجئے میں اس کو برکت کے لئے اپنے پاس رکھوں گا انہوں نے دیدیا گاؤں والوں کو جو اس کی خبر لگی سب آن پڑے اور داڑھی کا صفایا کر دیا خدا بچائے ایسی محبت سے جس کا یہ انجام ہو اسی طرح اہل دنیا کی محبت بھی الٹی ہوتی ہے چنانچہ بعض لوگ بچوں سے اپنی داڑھی کھینچواتے ہیں اپنے کو گالیاں دلواتے ہیں اور کچھ نہیں کہتے کسی کو کھیتی کی محبت ہوتی ہے کہ نقصان پر نقصان ہوتا ہے مگر چھوڑتے نہیں کسی کو آواز سے الٹی محبت ہوتی ہے کانپور میں ایک شخص بزاز (۱) کی دوکان پر گئے اور ۴/ کا لٹھا خریدا بزاز نے جو لٹھا پھاڑا اُس کی آواز حضرت کو اچھی معلوم ہوئی اُس سے کہا کہ ۴/ کا اور دیدے اُس نے پھر پھاڑا پھر آواز بھلی معلوم ہوئی پھر فرمائش کی یہاں تک کہ گزوں لٹھا بزاز سے آواز ہی سننے کی غرض سے پھڑواڈالا۔ وہ شاید حضرت صاحب سماع (۲) ہوں۔

## محبّینِ دنیا کی مثال

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص جس کو مٹی کھانے کا شوق تھا کسی کی دوکان پر شکر خریدنے گیا دوکاندار شکر لینے کے لئے دوکان

(۱) کپڑے والے کی دکان پر (۲) شاید وہ نعتوں کے سننے کا شوق رکھتے ہوں کہ اچھی آواز سے ان کو لطف آتا ہو اسی لئے کپڑا پھاڑنے کی آواز سے بھی لطف آیا اور آواز سننے کے شوق میں کئی گز لٹھا پھڑوا دیا۔

کے اندر گیا اور اس شخص نے اس کے باٹ کو جو مٹی کا تھا اور اُسی سے شکر تولتا نظر بچا کر کھانا شروع کیا کیونکہ یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں دوکاندار نہ آجائے دوکاندار نے یہ دیکھ کر اپنے نفع کی وجہ سے اور دیر لگادی کیونکہ باٹ ہلکا ہوجانے سے دوکاندار کا نفع اور خریدار کا نقصان تھا اُس نے خیال کیا کہ یہ تو اپنا ہی نقصان کررہا ہے میرا کیا بگاڑتا ہے پھر جب یہ دیکھا کہ یہ تو بس نہیں کرتا تو خیال ہوا کہ یہ تو سارا ہی باٹ کھا جائیگا اور خسارہ عظیم میں پڑیگا دوکان سے نکل آیا' دنیا داروں کی محبت بھی ایسی ہی ہے کہ اُس سے اپنا نقصان کررہے ہیں محبان دنیا سب اس میں مبتلا ہیں اور مذمتِ دنیا سے اس سے کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ میں کسب دنیا کو منع کرتا ہوں۔ خوب سمجھ لیجئے کہ کسبِ دنیا اور چیز ہے اور حُبِّ دنیا اور چیز۔

## کسبِ دنیا منع نہیں حُبِّ دنیا منع ہے

حُبِّ دنیا مذموم ہے اور کسبِ دنیا بقدر حاجت جائز ہے (۱) چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ کی تعلیم کو ملاحظہ کیجئے کیا اچھی تعلیم ہے کہ مرغوب چیزوں کی فہرست تو بیان فرمادی مگر اُن کی فی ذاتہا (۲) مذمت نہیں فرمائی بلکہ اُس کے بعد اس سے ایک اچھی چیز کا پتہ بتلادیا اس آیت میں: ﴿قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ﴾ مطلب یہ ہوا کہ ہیں تو یہ سب چیزیں اچھی مثلاً عورتیں اور اولاد وغیرہ وغیرہ سب اچھی ہیں مگر دوسری چیز ان سے زیادہ اچھی ہے کیونکہ خیر کے اصلی معنی ہیں زیادہ اچھی تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ دنیا کی چیزیں بھی ہیں تو اچھی مگر ایک چیز ان سے بھی اچھی ہے۔

(۱) دنیا کی محبت بُری چیز ہے اور بقدر ضرورت دنیا کمانا جائز ہے (۲) پسندیدہ چیزوں کی فہرست تو بیان کی لیکن اس کی ذات کی بُرائی نہیں بیان کی۔

## طلبِ خیر کا حکم

اس لئے تم ان ہی چیزوں پر بس مت کرو کیونکہ : ﴿ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ یعنی ''یہ تو صرف دنیا کا متاع(۱) ہے'' بلکہ ان سے زیادہ اچھی چیز کو طلب کرو وہ کہاں ہے: ﴿وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ کہ ''اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانا ہے'' آگے اُس اچھی چیز کو فرماتے ہیں: ﴿قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ط لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ﴾(۲) کہ ''کہہ اے محمد ﷺ کیا میں تم کو ان سے بہتر چیز کی خبر نہ دوں جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ لوگ اُس میں ہمیشہ رہیں گے اور پاک کی ہوئی بیبیاں ہیں اور اللہ کی رضامندی ہے''۔

## خدا تعالیٰ کی تعلیم میں شفقت وحکمت

سبحان اللہ کیا بلاغت ہے حکماء کی تعلیم اس درجہ کی کہاں ہوسکتی ہے وجہ یہ کہ یہاں تو حکمت کے ساتھ شفقت بھی ہے شفیق کی تعلیم سے اور ہی نفع ہوتا ہے نری حکمت کی تعلیم میں وہ نفع کہاں' غرض حق سبحانہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی مذمت نہیں فرمائی البتہ انکی خاص درجہ کی محبت کی مذمت فرمائی چنانچہ یہ مضمون اس آیت میں اس طرح بیان فرمایا کہ اول تو: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ﴾ الخ فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کی خاص درجہ کی محبت واقع میں تو اچھی نہیں مگر انسان کی نظر میں یہ چیزیں مزیّن ہوگئیں۔

(۱) دنیاوی ساز وسامان ہے (۲) سورۂ آلِ عمران: ۱۵۔

# دنیا کی مثال

دنیا کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوڑی پر سبزہ جما ہوا ہو جس کو کوئی دیکھنے والا سمجھے کہ یہ ایک چمن ہے اور اس کے ظاہر رنگ و روپ کو دیکھ کر فریفتہ (۱) ہوجاوے اور جب وہاں پہنچے تو پاخانہ میں بھر جاوے یہی حال دنیا کا ہے کہ ظاہر تو اس کا بہت بھلا معلوم ہوتا ہے مگر اندر نجاست بھری ہوئی ہے یا خوبصورت سانپ کی سی مثال ہے جس کا ظاہر تو بہت اچھا ہے نقش ونگار سے آراستہ ہے مگر اندر زہر بھرا پڑا ہے۔

زہرِ ایں مار منقّش قاتل است باشد از وے دور ہر کو عاقل است (۲)

اگر بچہ کے سامنے سانپ چھوڑ دو تو وہ اس کی ظاہری خوبصورتی کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہوجاتا ہے اور اس کو پکڑ لیتا ہے اس کو یہ خبر نہیں کہ اس کے اندر زہر بھرا ہوا ہے مگر اس کا انجام کیا ہوگا ہماری حالت بھی اسی بچہ کی سی ہے کہ ہم دنیا کے ظاہری آب و تاب (۳) اور نقش و نگار اور رنگ وروپ پر فریفتہ ہیں اور اندر کی خبر نہیں یہ بھی تجربہ ہے کہ سانپ جتنا خوبصورت ہوتا ہے اُسی قدر زہریلا ہوتا ہے ایک شاہ صاحب بیان کرتے تھے کہ میں ایک مسجد کے لئے چونا تیار کرنے کی غرض سے دریا کے کنارہ سیپ کھود رہا تھا وہاں ایک سانپ نکلا جو اُڑتا تھا اور بالشت بھر کا تھا اور دیکھنے میں نہایت خوبصورت رنگیں چمکدار مگر زہریلا بھی ایسا کہ اگر کاٹ لے تو آدمی پانی پانی ہوجاوے خیر انہوں مار دیا یہی دنیا کی حالت ہے کہ جتنا اس میں رنگ و روپ ہوتا ہے اسی قدر مُہلِک (۴) بھی ہے اسی لئے حقیقت شناس اس کی طرف رغبت نہیں کرتے۔

---

(۱) عاشق (۲) اس نقشین سانپ کا زہر باعث ہلاکت ہے ہر عقلمند آدمی اس سے دور رہتا ہے (۳) ظاہری چمک دمک (۴) ہلاک کرنے والا۔

## تمام پریشانیوں کی جڑ اور اس کا علاج

پھر اس حبِ تزیین کے بعد شہوات ورغبات پر ملامت نہیں فرمائی کیونکہ ان شہوات میں بھی مصالح ہیں بشرطیکہ دین کے تابع رہیں اس لئے ان مرغوبات سے منع نہیں فرمایا بلکہ ان سے اچھی چیز کی ترغیب دی گویا انسان کو یہ حکم نہیں دیا کہ اپنی شہوت ماردے اور حرص کو بالکل زائل کردے بلکہ یہ فرمایا کہ اس شہوت اور حرص کو باقی رکھ کر اس کو دنیا سے عمدہ چیز کی طرف مائل کردے۔

بس یہ علاج ہے حرص کا اور حرص ہی منشا ہے بے صبری کا اور یہی بے صبری تمام پریشانیوں کی جڑ ہے بس اس طریق سے سب پریشانیوں کا علاج ہوجاویگا اسی کو میں بیان کررہا تھا۔

## بے صبری کے ظہور کا موقع

اور اصل بیان یہ تھا کہ بے صبری کا ظہور دو موقع پر ہوتا ہے ایک موقع یہ ہے کہ مرغوب شئے ملے نہیں اور دوسرا وہ موقع ہے کہ مرغوب شئے مل کر جاتی رہے اور ان دونوں صورتوں میں زیادہ تکلیف دہ اور مصیبت کی حالت دوسری صورت ہے اگرچہ پہلی صورت بھی مصیبت اور تکلیف کی ہے مگر دوسری صورت سے ہلکی ہے مثلاً کسی کے پاس سامان پیٹ بھرنے کا تھا اور وہ گم ہوگیا تو اس کی مصیبت زیادہ ہوگی بہ نسبت اُس شخص کے جس کو بھوک تو ہو مگر پہلے ہی سے کچھ سامان نہ ہو۔

## زوالِ محبوب دراصل تکلیف دہ ہے

تو گو محبوب کا حاصل نہ ہونا بھی تکلیف کی چیز ہے مگر حصول کے بعد محبوب کا زائل ہوجانا یہ اُس سے زیادہ سخت تکلیف کی چیز ہے اور اس میں یہ بھی داخل ہے

کہ کسی کا عزیز مرجاوے کسی کا باپ مرجاوے کسی عورت کا خاوند مرجاوے بالخصوص اگر طبیعت میں سلامتی ہوتو ماں باپ سے زیادہ کسی کے مرنے میں مصیبت نہیں کیونکہ اُس کا بدل کچھ نہیں اور چیزوں کا بدل ہوسکتا ہے مثلاً اولاد مرجاوے تو اور اولاد ہوسکتی ہے بھائی مرجاوے تو اور بھائی ہوسکتا ہے بیوی انتقال کرجاوے دوسری آسکتی ہے مگر باپ تو دوسرا نہیں ہوسکتا اور اسی طرح ماں' دارا شکوہ کا قصہ سنا ہے کہ جب یہ مارے گئے تو عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے چھوٹے بیٹے کو بلایا اور اس کی ہر طرح تسلی کی مگر اس نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا ؎

دردمن کمتر ز درد حضرت یعقوب نیست      او پسر گم کردہ بود و من پدر گم کردہ ام (۱)

عالمگیر کے آنسو جاری ہوگئے اس میں یہ بھی داخل ہے کہ کسی کی اولاد مرجاوے اگرچہ بچہ ہی ہو بلکہ بعض اوقات بڑی اولاد کی نسبت بچوں کی موت سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ بڑی اولاد سے تو کبھی کسی قسم کا رنج بھی پہنچ جاتا ہے اور بچہ ستاتا نہیں اور کوئی رنج اُس سے پہنچتا ہی نہیں اس لئے اُس کے مرنے سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے غرض یہ کہ مرغوب شئے کے جاتے رہنے سے تکلیف اور مصیبت ہونا ضروری ہے۔

## شدتِ غم کی وجہ

مگر ساتھ ہی یہ بھی یقین ہے کہ جب غم حد شریعت میں ہو تو زیادہ تکلیف نہیں ہوتی مگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم حالت مصیبت میں بے احتیاطی کرتے ہیں اور حدِ شرع سے تجاوز کرلیتے ہیں اور اُس میں اپنے اختیار کا بھی انضمام (۲) کرلیتے ہیں اس لئے مصیبت بہت بڑھ جاتی ہے۔

---

(۱) میرا درد حضرت یعقوب علیہ السلام کے درد سے کم نہیں ہے انہوں نے بیٹا کھویا تھا میں نے باپ کو کھودیا

(۲) اپنے اختیار سے غم کو اس میں ملا لیتے ہیں۔

## انضمام کی تفسیر

اس انضمام کی تفسیر یہ ہے کہ غم کے دو حصے ہیں ایک اختیاری دوسرا غیر اختیاری آجکل واقعات غم میں اختیاری غم کا حصہ زیادہ ہوتا ہے حتی کہ آج کل کے پُرسے میں جس کی غرض ازالہ غم تھی اختیاری غم کا حصہ زیادہ ہوتا ہے چنانچہ جو لوگ آتے ہیں بجائے تسلی کرنے کے اور غم کو بڑھاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ انسان جس قدر تذکرہ غم کی چیز کا کریگا اور جتنا سوچے گا اتنا ہی غم ترقی پکڑے گا پھر تذکرہ میں بھی اتار چڑھاؤ بہت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اے اللہ کیا ہوگیا بچے کہاں جائیں گے بیوی کیا کرے گی جائیداد کا کیا ہوگا؟ علی ہذا القیاس ان باتوں کے تذکرہ سے صدمہ ہی بڑھتا ہے جیسے تمبا کو جس قدر کھاؤ گے اُتنی ہی خواہش زیادہ ہوگی اس کا علاج تو یہ ہے کہ بالکل چھوڑ دو یہی حالت گناہوں کی ہے کہ ان کا علاج صرف ترک ہے نہ کہ اس کی کثرت۔

## سالکین کی غلط فہمی اور اسکا علاج

اس میں بعض بدفہم سالکین کو بھی بڑا دھوکا ہوگیا ہے وہ یہ کہ جب اُن کا قلب بعضے گناہوں کی طرف مائل ہوتا ہے وہ اپنے دل میں یہ سوچ کر کہ اس گناہ کو خوب دل بھر کر کرلوتا کہ خواہش جاتی رہے نفس خالی ہوجاوے پھر بالکل چھوڑ دینگے اور توبہ کرلیں گے اُس میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ یہ بڑی فاش غلطی ہے کیونکہ جتنا گناہ کو زیادہ کیا جاویگا اُسی قدر خواہش میں ترقی ہوگی اور تقاضا زیادہ ہوگا۔ بس اصل علاج یہ ہے کہ ہرگز نہ کرے۔

## غم میں قدرتی حکمت

اسی طرح غم کا علاج یہ ہے کہ سوچو مت خیال مت کرو اس صورت میں غم تو ہوگا مگر معتدل غم ہوگا اور وہ مضر نہیں بلکہ مفید ہے۔ کیونکہ قدرتی طور پر غم میں بھی حکمت اور نفع ہے اگر غم نہ ہو تو تمدّن نہ ہو اور تمدّن بڑی چیز ہے اس لئے کہ دین کی ترقی اُس پر موقوف ہے اور تمدن غم پر اس لئے موقوف ہے کہ اگر کسی کو کوئی غم اور فکر نہ ہو سارے بے فکر ہی ہوں تو کوئی کسی کا کام نہ کرے سارے تندرست ہی رہیں بیمار نہ ہوں تو ڈاکٹر طبیب عطّار سب بے کار ہو جائیں یہ تو دنیوی نفع ہے اور دین کا نفع یہ ہے کہ اگر کوئی غریب نہ ہو تو زکوٰۃ کسے دوگے اس پر یاد آیا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں ایک بار لوگوں نے سائلین کے آنے پر کچھ تنگی ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا کہ سائل سے تنگ نہ ہونا چاہئے یہ تمہارے حمّال(۱) ہیں کہ آخرت میں تمہارے اموال پہنچاتے ہیں اگر یہ نہ لیں تو تمہارے اموال کا کون حمّال ہوگا غرض تمدّن نہایت ضروری چیز ہے اہل سائنس کے نزدیک تو تمدن دنیوی غرض سے بڑی چیز مانی گئی ہے مگر دین کے لئے بھی اس کی بہت ضرورت ہے۔

## تمدُّن کی اہمیت

لہذا تمدن اہلِ دین اور اہلِ دنیا دونوں کے نزدیک اچھی چیز ہے گو بناء مختلف ہو اور مسلَّم ہے کہ تمدن بدون(۲) تعاون کے نہیں ہوسکتا اور تعاون بدون رحمدلی کے نہیں ہوسکتا اور رحمدلی موقوف ہے غم پر بیان اس کا یہ ہے کہ سائنس اور طب کا مسئلہ ہے کہ جس قوت کا استعمال ہوتا رہے اس میں ترقی ہوتی رہتی ہے ورنہ وہ قوت کم ہو جاتی ہے پس اگر غم نہ ہوتا تو رحمدلی کا ہیجان کیسے ہوتا اور جب اس کا ہیجان نہ ہوتا تو اس کا مادہ بالکل جاتا رہتا اس لئے غم میں بڑی مصلحت ہے کہ یہ محافظ ہے

(۱) یہ تمہارے مزدور ہیں کہ آخرت میں تمہارا مال پہنچاتے ہیں (۲) تمدن بغیر تعاون کے نہیں ہوتا۔

ترحّم کا اور وہ محافظ ہے تعاون وتمدُّن کا اور غم میں اپنی ذات کے متعلق بھی مصلحت ہے کہ اس سے اخلاق درست ہوتے ہیں اور اس میں اجتماعی مصلحت بھی ہے جیسا کہ ذکر ہوا کہ اگر غم نہ ہوتو تمدُّن بھی نہ ہو جو کہ اہل دنیا و دین دونوں کے نزدیک مختلف حیثیت سے بڑی چیز مانا گیا ہے غرض غم میں انفرادی اور اجتماعی دونوں مصالح ہیں فرعون نے بوجہ غم نہ ہونے کے تو خدائی کا دعویٰ کیا تھا رسالہ قشیریہ میں لکھا ہے کہ غم سے قلب کا کامل تصفیہ ہوتا ہے اسی لئے حضور ﷺ ہر وقت مغموم رہتے تھے جیسا کہ شمائل ترمذی میں ہے۔

## حدودِ غم

پس اصل میں تو غم مفید چیز ہے مگر اُسی قدر کہ جس قدر حق تعالیٰ کا دیا ہوا ہے واقعی وہ عین مصلحت ہے باقی آگے جو حواشی ہم نے اپنی طرف سے بڑھا لئے ہیں وہ بُرے ہیں۔ حدیث شریف میں قصہ آتا ہے کہ ایک صحابی کا انتقال ہوگیا تھا اُن کے گھر والوں پر غم طاری تھا کسی نے رونے سے روکا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تشدّد نہ کرو تو صرف رونے سے حضور ﷺ نے منع نہیں فرمایا لیکن اگر کوئی حد سے بڑھنے لگے تو اُس سے خود ہی روکا ہے پس خوب سمجھ لو کہ حد سے زیادہ غم کرنا یہ گناہ ہے اور گناہ بھی بے لذت اُس کا روکنا اور علاج کرنا واجب ہوگا۔ چنانچہ اس آیت میں: ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾ ایسے ہی غم کے علاج کا بیان ہے۔

## غم میں تسلی کا طریقہ

اور یہ بیان ایک مقدمہ پر موقوف ہے وہ یہ ہے کہ اگر شئے مرغوب کے

جاتے رہنے سے غم لاحق ہو مگر کسی ایسی دوسری چیز کا پتہ ہم کو مل جاوے اور اس کے ملنے کا یقین ہو جاوے کہ جو اُس شئے مرغوب سے ہزار ہا درجہ بڑھی ہوئی ہو تو پہلی چیز کا غم ہمیں نہ ہونا چاہئیے جیسے کسی کے ہاتھ میں ایک پیسہ ہو اور دوسرا شخص اس کو چھین کر بجائے اس کے روپیہ دیدے تو ظاہر ہے کہ پیسہ کا غم بالکل بھی نہ ہوگا بلکہ اگر وہ شخص بدلنا چاہے تو یہ بدلنے پر کبھی راضی نہ ہوگا یہی بات آیت: ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾ میں ہم کو بتلائی گئی ہے کہ جو چیزیں ہمارے پاس ہیں اور گو ہمیں انتہا درجہ مرغوب ہیں مگر وہ سب فنا ہونے والی ہیں اور خدا تعالیٰ ہمیں اُن سے اچھی چیز کی خبر دے رہے ہیں مطلب یہ ہے کہ تم ان مرغوب چیزوں تک مت رہو بلکہ جو چیز ان سے اچھی اور وہ باقی ہیں اس کی رغبت کرو پس ہم کو چاہیے کہ اُس مرغوب شئے کا خیال کر کے جو کہ باقی ہے اپنے غم کو مغلوب کریں جو شخص اس پر غور کریگا اُس کا غم ضرور مغلوب ہو جائیگا۔ سبحان اللہ کیا عمدہ علاج تجویز کیا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی تعلیم میں اصلاح معاد و معاش

حق سبحانہ تعالیٰ کی عجیب تعلیم ہے کہ معاد کی اصلاح تو فرمائی ہی ہے معاش کی بھی پوری اصلاح فرمائی کیونکہ اس سے نفسانی و بدنی راحت بھی تو حاصل ہوگئی اور خیال کرنے کی بات ہے کہ دنیا کی مرغوب شئے اگر اس وقت بھی گم نہ ہوتی مگر کبھی نہ کبھی پھر گم ہوتی کیونکہ فنا ہونا تو گویا اس کی ذاتیات میں سے ہے جیسے چراغ میں تیل ہو جو محدود بھی ہے اور کم بھی ہو رہا ہے تو وہ ایک نہ ایک وقت ضرور ہی ختم ہوگا ایک دن فنا ہو کر رہے گا اسی طرح انسان ایک نہ ایک دن ختم ہی ہو کر رہے گا۔ اطباء نے لکھا ہے کہ رطوبت کی مثال تیل کی سی ہے اور حرارت غریزیہ جو مرکب ہے روح کا اس کی مثال شعلہ چراغ کی سی ہے جیسے تیل ختم ہو کر چراغ گل

ہوجاتا ہے اسی طرح رطوبت فنا ہوکر روح ختم ہوجاتی ہے یہاں بھی اسی طرح ایک سراج کے گل ہونے کا واقعہ ہوا ہے جن کا نام بھی اتفاق سے سراج الحق تھا اور یہ دوسرا اتفاق ہے کہ ان کے صاحبزادہ کا نام انوارالحق ہے اسی لئے اس وعظ کا نام ''انوارالسراج'' مناسب معلوم ہوتا ہے(۱) گویا اس طرف اشارہ ہے کہ وہ مرحوم تو سراج کی طرح ختم ہوگئے البتہ اُن کے آثار وانوار باقی ہیں سو اگر یہ واقعہ اس وقت نہ بھی ہوتا تب بھی کبھی نہ کبھی ضروری ہی ختم ہوتے۔ چراغ تو گل ہی ہوکر رہے گا' پس ختم ہونے والی چیز سے زیادہ کیا جی لگانا۔ خدا تعالیٰ سے دل لگانا چاہئے دنیا کی محبت تو برسرآب ہے مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عشق بامردہ نباشد پائدار عشق را باحیّ و با قیّوم دار(۲)

اورفرماتے ہیں ؎

عاشقی بامردگان پائندہ نیست زانکہ مردہ سوئے ما آئندہ نیست(۳)

اورفرماتے ہیں ؎

غرق عشقے شوکہ غرق ست اندریں عشق ہائے اولین و آخرین (۴)

غرض غم کے ہلکا کرنے کے لئے یہ عجیب تعلیم ہے: ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾ یعنی خدا تعالیٰ کے یہاں کی چیزیں باقی ہیں اور وہی رغبت کے

(۱) حضرت نے اس وعظ کا نام ''انوارالسراج'' تجویز فرمایا ایک وجہ تسمیہ کی مناسبت یہاں ذکر ہوئی اور دو ختم وعظ کے بعد (بعنوان فائدہ) مذکور ہیں جو ختم وعظ کے بعد اس حقیر کو بتلائیں ۱۲ از جامع (۲) مرنے والے کے ساتھ عشق پائیدار نہیں ہوتا اس لئے حی وقیوم ذات یعنی اللہ سے عشق ومحبت کا تعلق قائم کرنا چاہئے کہ جو پائیدار ہے (۳) عاشقی کا تعلق مرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ رہنے والا نہیں جو مرجائے وہ ہمارے پاس دوبارہ کب آسکتا ہے (۴) اللہ کے عشق میں ڈوب جاؤ کہ اس عشق میں اولین وآخرین مبتلا رہے ہیں۔

قابل ہیں پھر یہ بھی سوچو کہ آدمی مر کر جاتا کہاں ہے ظاہر ہے کہ خدا کے ہی پاس تو اب تو وہ ﴿مَاعِنْدَاللّٰہ﴾ میں داخل ہو گیا پہلے وہ ﴿مَاعِنْدَکُمْ﴾ کا مصداق تھا(۱) اس وقت وہ فانی تھا اور اب باقی ہو گیا ہے کیونکہ اس موت کے بعد پھر موت نہیں تو اب تو وہ مرنے کے بعد پہلی حیات سے اچھی حیات میں پہنچ گیا وہ پہلی حیات فانی تھی اور یہ دوسری باقی ہے(۲) پس ہمیں مرغوب شئے سے محبت اس حیثیت سے زیادہ ہونی چاہیئے کہ وہ خدا کے پاس ہے بہ نسبت اس حیثیت کے کہ وہ ہمارے پاس ہے۔

## تلقین صبر کا خوبصورت انداز

اس مضمون کو ایک بدوی نے خوب سمجھا اور صبر دلانے کے بارے میں اُس بدوی نے عجیب وغریب عنوان سے استعمال کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والد کا انتقال ہوا تو مجھ کو ایسا صبر کسی بات سے نہیں ہوا جیسا کہ ایک بدوی کے کلام سے ہوا وہ یہ ہے ؎

فَاصْبِرْ تَكُنْ بِكَ صَابِرِيْنَ فَإِنَّمَا ‏ صَبْرُ الرَّعِيَّةِ بَعْدَ صَبْرِ الرَّأْسِ

خَيْرٌ مِّنَ الْعَبَّاسِ اَجْرُكَ بَعْدَهٗ ‏ وَاللّٰهُ خَيْرٌ مِّنْكَ لِلْعَبَّاسِ

مطلب اس کا یہ تھا صبر کا ثواب تو جو کہ تم کو ملا عباس رضی اللہ عنہ سے اچھا اور خدا عباس کے لئے تم سے اچھا پھر اس واقعہ میں نقصان کس کا ہوا بس یہی تو ہوا کہ وہ خدا کے پاس پہنچ گئے تو وہ تمہاری مرغوب سے تو اور زیادہ مرغوب حالت میں ہو گئے کہ وہ باقی رہنے والی ہو گی ان حقائق پر نظر کر کے کسی کے مرنے پر زیادہ غم نہ ہونا چاہئے بلکہ اُس کی بقاء پر نظر کر کے خود اپنے میں وہ قابلیت پیدا کرنی چاہیئے کہ جس

(۱) اب وہ اللہ کے پاس ہے پہلے وہ تمہارے پاس تھا پہلے وہ فانی تھا اب باقی ہے (۲) اقبالؒ نے خوب کہا ہے ؎

موت کو سمجھا ہے غافل اختتامِ زندگی ‏ ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی

سے اللہ میاں کے پاس جانے کے اور بقاءِ محمود کے ساتھ باقی رہنے کے قابل ہوجائے (۱)۔

## مرنے کے بعد اعزّہٗ مرحومین سے ملاقات

اب اس بقاء کے متعلق لوگوں کی غلطی عرض کرتا ہوں کہ لوگ عام طور سے یہ سمجھتے ہیں کہ جب انسان مرجاتا ہے قبر میں اس کو ڈال آتے ہیں وہاں وحشت کدہ میں تنہا پڑا رہتا ہے اور ایسی حیات مثل عدم حیات (۲) کے ہے۔

صاحبو! یہ نہیں ہے بلکہ مسلمان کے لئے وہاں بڑی راحت ہے حدیث شریف میں ہے کہ ''ارواح اس کا استقبال کرتی ہیں یعنی اس کے عزیز قریب جو اس سے پہلے چلے گئے ہیں وہ اُس سے ملتے ہیں اور اُس سے دوسرے متعلقین کی نسبت دریافت کرتے ہیں اگر یہ کہتا ہے کہ فلاں شخص تو مرگیا ہے تو کہتے ہیں کہ افسوس وہ دوزخ میں گیا ہے ورنہ ہم سے ضرور ملتا اور اس سے اُن کو غم ہوتا ہے'' غرض موت کے بعد مردے اس طرح سے باہم خوش ہوکر ملتے جلتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہونگے کہ بس مرنے کے بعد اُلّو کی طرح پڑے رہیں گے لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ یہ بات نہیں۔

## حقیقتِ قبر

یاد رکھو کہ قبر اس گڑھے کا نام نہیں ہے یہ تو صورت قبر ہے اور حقیقت میں قبر عالم برزخ کا نام ہے وہاں سب جمع ہوتے ہیں اور وہ پاکیزہ لوگوں کا مجمع ہے دنیا میں تو جدا بھی ہوسکتے ہیں جیسے کوئی ملازمت سے رخصت لے کر آئے اور اپنے لوگوں کے پاس رہے جب رخصت ختم ہوگی تو جدائی ہوجاوے گی تو دنیا کا اجتماع تو ایسا ہے اور وہاں کی یکجائی ختم نہیں ہوتی وہاں تو عیش ہے۔

(۱) یعنی نیک اعمال کا اہتمام کرنا چاہئے (۲) ایسی زندگی زندہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

# حقیقتِ موت

بات یہ ہے کہ حقیقت نہ جاننے سے لوگوں کو موت سے وحشت ہوگئی ہے ورنہ موت تو لقاء حبیب (۱) کے لئے ایک جسر ہے (۲) یعنی پل ہے کہ اُس سے گذرے اور لقاءِ حبیب ہوگئی اور لقائے باری تعالیٰ سے کونسی چیز اچھی ہوگی اسی لئے اہل اللہ کو تو موت کا شوق ہوا ہے حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم — راحت جاں طلبم واز پئے جاناں بروم
نذر کردم کہ گر آید بسرایں غم روزے — تادر میکدہ شاداں غزل خواں بروم (۳)

ان سے پوچھئے کہ موت کیا چیز ہے حدیث شریف میں ہے ((اَلْمَوْتُ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ)) کہ ''موت مومن کا تحفہ ہے'' نظام حیدرآباد اگر کسی کے پاس تحفہ بھیجیں اور گھر والے رونے لگیں تو کیسے افسوس کی بات ہے اور میری مراد اس سے غم مکتسب ہے نہ کہ غیر مکتسب (۴) جدائی کا طبعی صدمہ جو بے اختیاری ہوتا ہے اس کا مضائقہ نہیں لیکن سوچ سوچ کر اُسے بڑھانا مذموم ہے بلکہ ان مضامین کو سوچ کر عقلاً اس کو گھٹانا چاہئے۔ میں نے طاعون کے زمانہ میں ایک رسالہ ''شوق وطن'' لکھا تھا اُس کا دیکھنا ایسے مواقع میں تخفیفِ غم (۵) کے لئے نہایت نافع ہے مناسب ہے کہ لوگ اس کو دیکھا کریں۔

---

(۱) محبوب حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ سے ملنے (۲) موت تو محبوب سے ملنے کے لئے ایک پل کا کام دیتی ہے (۳) آج کا دن کس قدر مبارک ہے کہ میں ایک ویران منزل (قبر) کی طرف جارہا ہوں' راحتِ جاں کا طالب ہوں اور جانِ جاں کی طرف جارہا ہوں میں نے منت مانی ہے کہ اگر یہ مبارک دن آجائے تو خوشی خوشی غزلیں گاتا چلا جاؤں گا (۴) اس غم سے وہ تم غم مراد ہے جو آدمی اپنے اختیار سے بڑھاتا ہے (۵) غم کے ہلکا کرنے کے لئے۔

## حقیقتِ دُنیا

صاحبو! دنیا کی مثال آخرت کے سامنے ماں کے رحم کی سی ہے جب تک بچہ ماں کے رحم میں رہتا ہے اُسی کو سب کچھ سمجھتا ہے اگر اُس سے کہیں تو تنگ جگہ سے نکل اس سے فراخ(۱) جگہ موجود ہے تو وہ یقین نہ کریگا اور جانے گا کہ یہی ہے جو کچھ ہے مگر جب باہر آتا ہے تو ایک بڑا عالم (۲) دیکھتا ہے کہ رحم کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں اور اب اگر اُس سے کہا جائے کہ رحم میں واپس جانا چاہتا ہے تو وہ کبھی منظور نہ کریگا اسی طرح دنیا بمقابلہ آخرت کے بالکل تنگ ہے جب یہاں سے جاؤ گے تو شکر کرو گے اور دنیا میں ہرگز نہ آنا چاہو گے۔

## نزع کے وقت انسان کی کیفیت

جب خدا کے پاس پہنچنے کا وقت قریب آتا ہے اور اُس عالم کی چیزوں کا انکشاف ہوتا ہے اس وقت اگر مومن کو کوئی حیات افزا(۳) چیز دے کر کہا جاوے کہ لو اسے کھالو تا کہ تم مدت دراز تک زندہ رہو تو وہ لات ماردیگا اور چاہیگا کہ فوراً مرجاؤں چنانچہ یہاں ایک پردیسی طالب علم طاعون میں مبتلا ہوئے لوگ ان کی تسلی کرتے تھے کہ تم اچھے ہوجاؤ گے مگر وہ یہی کہتے تھے کہ یوں نہ کہو اب تو خدا تعالیٰ سے ملنے کو جی چاہتا ہے اور اس وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت سنائی جاتی ہے: ﴿اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ (۳) اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی کے لئے بادشاہ کی طرف سے وزارت کے عہدہ کا پیام آئے اور وہ شخص اپنی گھر سے پائے تخت شاہی کی طرف چلے تو گو اس کے گھر

(۱) اس سے بڑی جگہ (۲) بڑا مقام (۳) زندگی بخش (۴) ''کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت پر خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا'' سورۂ حٰمٓ السجدہ: ۳۰۔

والے جدائی سے غمگین ہونگے مگر یقیناً وہ شخص شاداں وفرحان ہوگا اگر اُس حالت میں بادشاہ کی طرف سے یوں ارشاد ہو کہ اگر تم چاہو تو اتنے روز کی مہلت بھی مل سکتی ہے تو وہ ہرگز راضی نہ ہوگا اسی طرح جب راحتِ آخرت کی خبر ہوتی ہے اور اس کا مشاہدہ ہوجاتا ہے اس وقت اگر اس سے دنیا میں رہنے کو کہیں تو ہرگز راضی نہ ہوگا پس اے صاحبو! ﴿مَا عِنْدَاللّٰہ﴾ سے رغبت کرو۔

## موت کے وقت اہل اللہ کا حال

اسی رغبت کی بدولت اہل اللہ ہر وقت شگفتہ رہتے ہیں اور ان کو وہاں کے متعلق قسم قسم کی تمنائیں اور امیدیں لگی ہوئی ہیں ان کی یہ حالت ہوتی ہے ؎

کوئے نامیدی مرو کامید ہاست سوئے تاریکی مرو خورشید ہاست (۱)

انہیں غم نہیں ہوتا چنانچہ منصور کی حالت ہوئی کہ جبکہ ان کو دار پر لیجانے لگے تو وہ خوش ہوکر کہتے تھے ؎

اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثُقَاتِیْ اِنَّ فِیْ مَوْتِیْ حَیَاتِیْ (۲)

غرض موت اہل اللہ کا تو کھیل ہے اُن کا تو مشغلہ ہے پس ہم کو یہ حالت اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیے تاکہ بجائے غم کے شوق ہو۔

## غم کا علاج

جس کا ایک سہل طریقہ یہ ہے کہ ان مضامین پر غور کرو جو میں نے اس وقت بیان کئے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے غم کا بھی علاج ہوجاویگا اور آخرت کا

(۱) ناامیدی کے کوچہ میں مت جاؤ کہ اللہ کی رحمت سے بہت امید ہے تاریکی کی طرف نہ جاؤ کہ سورج (یعنی رسول اللہ ﷺ) موجود ہیں (۲) اے معتبر لوگوں مجھے قتل کردو کہ میری موت ہی میں میری حیات پوشیدہ ہے۔

بھی شوق ہو جاویگا حق سبحانہ وتعالیٰ نے: ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾ میں اسی کا علاج بتلایا ہے اور سبحان اللہ کیسا عجیب علاج ہے اس کا مراقبہ کیا کرو کہ آخرت میں جو راحت ہے وہ دنیا سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے اور مرنے والا ہمارے پاس سے خدا کے پاس پہنچ گیا ہے اور یقیناً خدا کے پاس رہنا ہمارے پاس رہنے سے بہتر ہے اور گو امکان کے درجہ میں وہاں کی عقوبت (۱) کا بھی اس کے لئے احتمال ہے مگر اپنے مسلمان عزیز کے ساتھ یہ بدگمانی کیوں کی جائے کہ وہ خدانخواستہ مجرموں کی طرح تکلیف میں ہوگا بلکہ نیک گمان رکھو اور اس احتمال کے تدارک کے لئے اس کے لئے دعا اور ایصال ثواب کرتے رہو یہ اس کے لئے ہمارے غم کرنے سے زیادہ نافع ہے۔ یہ حاصل ہے علاج کا۔

## صبر کی فضیلت

آگے صبر کی فضیلت کا بیان ہے اور انعام کا وعدہ بھی ہے فرماتے ہیں ﴿وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ کہ ''ہم ان لوگوں کو ان کے اچھے اعمال پر ضرور جزا دینگے جنہوں نے صبر کیا'' اور آگے آیت ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا﴾ میں وہ عمل بتلاتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ عقائد ٹھیک ہوں اعمال درست اور شریعت کے موافق ہوں۔

اب دعا کیجئے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ فہم دین اور توفیق عمل مرحمت فرمائیں کہ خدا کی چیزوں سے ہمیں رغبت زیادہ ہو اور دنیا کی چیزوں سے محبت کم ہو۔

آمین ثم آمین۔

---

(۱) سزا ہونے کا بھی امکان ہے۔

## فائدہ

اس وعظ کا نام حضرت والا نے ''انوار السراج'' تجویز فرمایا ہے ایک وجہ تسمیہ کی مناسبت تو اثنائے وعظ میں مذکور ہو چکی ہے (۱) دوسری مناسبت حضرت والا نے یہ بیان فرمائی کہ انوار السراج کا نام رکھنا بمنزلہ تسمیۃ الکل باسم الجزء کے ہے کیونکہ اس بیان میں ایک مقام پر تیل اور چراغ کی مثال آئی ہے اور یہ مضمون ایک جزو ہے وعظ کا اس کے اعتبار سے پورے وعظ کا نام یہ رکھ دیا تو تسمیۃ الکل باسم الجزء اس پر صادق ہے۔ تیسری ایک مناسبت جو نہایت لطیف ہے وہ یہ کہ کلام اللہ کے بارے میں نور کا لفظ وارد ہے (۲) اور سراج لقب ہے جناب رسول اللہ ﷺ کا اور یہ ظاہر ہے کہ جو کچھ بھی بیان ہوا ہے سب آیت کلام اللہ ہی کے متعلق بیان ہوا ہے اور کلام اللہ کی وحی حضور ﷺ ہی کی طرف ہوئی ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ یہ مضامین انوار ہیں جناب رسول اللہ ﷺ کے۔ فقط ۱۲ جامع۔ (۳)

---

(۱) درمیان وعظ بتائی جا چکی ہے (۲) کلام اللہ کو نور کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے (۳) یہ مناسبت بہت ہی عمدہ ہے اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے انوار سے ہم سب کو بہرہ ور فرمائے۔ آمین

خلیل احمد تھانوی

۱۸/ جون ۲۰۰۹ء

# ﴿رمضان میں عبادت کا اثر﴾

تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ (رمضان) میں عبادت کا اثر اس کے بعد گیارہ مہینے تک رہتا ہے جو کوئی اس میں کوئی نیکی بہ تکلف کرلیتا ہے اس کے بعد اس پر باآسانی قادر ہوجاتا ہے اور جو کوئی کسی گناہ سے اس میں اجتناب کرے تمام سال باآسانی اجتناب کرسکتا ہے۔

وعظ: تطہیر رمضان

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

# رمضان المبارک کے جانے پر تاثرات

چشم زدن میں رونق بزم سخن گئی
بس دیکھتے ہی دیکھتے وہ انجمن گئی

گلہائے رنگ رنگ کی رونق ہوئی ہے خواب
اے عندلیب سن وہ بہار چمن گئی

نشہ سے جس کے چور تھے رندان بادہ نوش
اے اہل ذق اب وہ شراب کہن گئی

ابلیس کی وہ قید سلاسل ہوئی ہے ختم
آزاد نفس آج ہے بند کھٹن گئی

اب ڈھونڈتے ہیں رونق شام وسحر کہاں
اب سال بھر کے واسطے وہ انجمن گئی

وہ آبشار رحمت یزداں کا فیض عام
جس سے ملا ہے دین بھی دنیا بھی بن گئی

# عارف کہاں گئے مرے رندان بادہ نوش
# رمضان کیا گیا مری بزم سخن گئی

۳شوال ۱۴۲۸ھ / ۲۰۰۷-۱۰-۱۶

(۱) جامعہ دارالعلوم اسلامیہ میں رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن پاک سنانے والے طلباء کا ہجوم ہوتا ہے کوئی مسجد میں سنا رہا ہے کوئی درس گاہوں میں ادھر مسجد میں معتکفین کی کثرت اور ہر روز ان کے لئے مہتمم صاحب کا اصلاح وتربیت کا وعظ ہوتا ہے، رمضان کے اختتام پر طلباء اپنے گھروں کو معتکفین اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے سب رونقیں ماند پڑ جاتی ہیں اس نظم میں اسی کیفیت حال کا تذکرہ ہے۔ (خلیل)